

بار اول ۳۲۰۰

سلسلہ نمبر 53

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ  
يَلْغُو عَنِّي وَكَوْا آيَةً (رواه البخاری)

ماخوذ  
مواظف حکیم الامت (مجلسی)  
جلد ۲

وعظ

# حیوة طیبہ

(پاکیزہ زندگی)

از افادات

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ

حواشی

مولانا خلیل احمد تھانوی

شعبہ نشر و اشاعت جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ

کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور نمبر ۱۸

فون پُرانی انارکلی: ۷۳۵۳۷۲۸ کامران بلاک: ۳۳۸۰۶۰ ۵۲۲۲۲۱۳

مئی ۱۹۹۸ء

محرم الحرام ۱۴۱۹ھ

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً

(رواه البخاري)

بار آدل  
۳۳۰۰

سلسلہ تبلیغ  
۵۳

وعظ

# حیوة طیبہ

(پاکیزہ زندگی)

— از افادات —

حکیم الامتہ مجدد الملتہ حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ

عنوانات و حواشی

مولانا خلیل احمد تھانوی

ناشر

شعبہ نشر و اشاعت جامعہ دارالعلوم اسلامیہ

کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

مئی  
۱۹۹۸ء

فون ۵۲۲۲۲۱۳-۴۴۸۰۴۰ فون پرنٹ انارکلی: ۳۵۲۷۲۸

محمد الحرام  
۱۴۱۹ھ

# حیوة طیبہ

نمبر شمار	عنوانات	صفحات
	حیوة طیبہ	
۱	حیوة طیبہ	۳
۲	ہر شخص راحت کا طالب ہے	۴
۳	ہر شخص کا مقصود نفع کا حصول	۵
۴	راحت و لذت کی حقیقت	۶
۵	حیات طیبہ کی حقیقت	۹
۶	عالم برزخ کی حقیقت	۱۲
۷	تدفین کی حکمتیں	۱۳
۸	نیزند نمونہ موت ہے	۱۴
۹	عذاب قبر کی تحقیق	۱۶
۱۰	اطاعت کاملہ کے معنی	۱۸
۱۱	تواضع کی حقیقت	۱۹
۱۲	کمال دینداری کے حصول کا طریقہ	۲۱
۱۳	ہر پیہ کی حکایت	۲۲
۱۴	اولیاء اللہ کی پریشانی کی حقیقت	۲۴
۱۵	مصائب کی وجہ سے پریشانی	۲۹
۱۶	اولیاء اللہ کی مختلف شانیں ہوتی ہیں	۳۱
۱۷	غم ہونا کمال کے منافی نہیں	۳۴
۱۸	کاملین کی حیات طیبہ کی مثال	۳۴
۱۹	صحابہ اور اولیاء اللہ کے مختلف طبقات	۳۶
۲۰	شاہ ابوالعالی کا فقر کو پسند کرنا	۳۷
۲۱	معروضہ	۴۰



## حیاء طیبہ

حضرت والّا نے یہ وعظ رجب ۱۳۲۹ھ کو جمعہ کے دن جامع مسجد تھانہ بھون میں نماز جمعہ سے وقت عصر تک بیٹھ کر " ثرات اطاعت " کے موضوع پر بیان فرمایا۔ سامعین کی تعداد تقریباً ۱۰۰ تھی۔  
مولوی عبداللہ صاحب نے اسے قلم بند فرمایا۔

# حیوة طیبہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله نحمده و نستعينه و نستغفره و نومن به  
ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات  
اعمالنا من يهده الله فلا مضل له و من يضلله فلا هادي  
له ونشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له ونشهد ان  
سيدنا ومولانا محمداً عبده ورسوله صلى الله تعالى عليه  
وعلى آله واصحابه وبارك وسلم.

اما بعد: فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم . بسم الله  
الرحمن الرحيم.

" من عمل صالحاً من ذكر او انثى وهو مؤمن  
فلنحيينه حيوۃ طیبۃ ولنجزینہم اجرہم باحسن ما كانوا  
یعملون " (۱)

(ترجمہ آیت شریف کا یہ ہے کہ جو شخص عمل نیک کرے مرد یا عورت اور وہ  
مومن ہو پس بیشک ہم اس کو پاکیزہ زندگی عطا فرمادیں گے اور بیشک ہم ان کا اجر  
بدلہ میں دیں گے بسبب ان کے اچھے اعمال کے اس آیت شریف میں حق تعالیٰ

نے اپنے مطیع بندوں کے لیے اطاعت پر دو بڑی دولت کے عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے اور نیز اس کے حاصل کرنے کا طریقہ بھی بتلایا ہے اول ایک مضمون بطور مقدم سمجھنا چاہیے اس کے بعد آیت کریمہ کا مضمون بنو بی ذہن نشین ہو جائے گا۔ دنیا میں جس قدر عقلاء ہیں کہ جن کے افعال کی غایت ہوتی ہے ان میں ہر ایک شخص ایک شے کا طالب ہے کوئی مال کا طالب کوئی جاہ کا کوئی صحت کا کسی کو درویشی مطلوب ہے کوئی علم کا دیوانہ ہے کسی کو تجارت میں لطف آرہا ہے کوئی اولاد کی دھن میں ہے کوئی مکانات کی تعمیر کا شوق رکھتا ہے کسی کو باغ لگانے کی حرص ہے غرض کوئی ایسا نہیں جو طلب سے خالی ہو بعض ان میں ہی خدا کے بھی طالب ہیں۔

### ہر شخص راحت کا طالب ہے

ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب اشیائے متعددہ مختلفہ<sup>(۱)</sup> کے طالب ہیں لیکن اگر غور کیا جائے اور نظر کو عمیق<sup>(۲)</sup> کر کے دیکھا جائے تو فی الواقع ہر شخص کا مطلوب صرف ایک شے ہے۔ صرف اختلاف اس کے تعیین طریق میں<sup>(۳)</sup> ہے کسی نے سمجھا کہ وہ شے تجارت سے حاصل ہوگی وہ تجارت میں مشغول ہو گیا کسی نے خیال کیا کہ علم سے اس کی تحصیل ہوگی وہ علم کا طالب بن گیا کسی نے اولاد میں اس مطلوب کو گمان کیا وہ اولاد کا شیفہ ہو گیا آپ کو تعجب ہوگا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے ہم تو دیکھتے ہیں کہ ہر شخص کا مقصد جدا ہے اور تم کہتے ہو کہ سب کا ایک ہی مقصد ہے۔ اختلاف طرق میں ہے اس لیے اس کو ایک مثال سے سمجھنا چاہیے ایک

(۱) بہت سی مختلف چیزوں کے طلب کرنے والے ہیں (۲) گہری نظر سے دیکھا جائے (۳) صرف اس کا طریقہ متعین کرنے میں اختلاف ہے



شخص کے پاس دس سائل<sup>(۱)</sup> آئے ایک نے روٹی طلب کی دوسرے نے چاول پختہ مانگے تیسرے نے پیرہ مانگا چوتھے نے روپیہ پانچویں نے غلہ چھٹے نے آٹا ساتویں نے کوریاں<sup>(۲)</sup> آٹھویں نے چنے بھنے ہوئے نویں نے کچے چاول دسویں نے حلوا پس اس مثال میں بظاہر مطلوب ہر ایک کا جدا ہے۔ لیکن درحقیقت مقصود واحد ہے طرق مختلف ہیں مقصود پیٹ بھرنا ہے کسی نے سمجھا پکانے کا کون قصہ کرے اس نے پکی روٹی مانگی کسی نے خیال کیا کہ کچی جنس ملے گی تو اپنی مرضی کے موافق پکا کر کھائیں گے کسی نے یوں ہوس کی کہ روپیہ پیرہ ملے گا تو جنس بھی اپنی خواہش کے موافق خرید کر پکائیں گے اس مثال سے آپ کو مختلفات کا جمع کرنا آسان ہو گیا ہوگا اسی طرح ان لوگوں کے مطلوب کو دیکھنا چاہیے کہ ان کا مقصود کیا ہے تو غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سب کو شے واحد مقصود ہے اور وہ لذت و راحت ہے طرق کا اختلاف ہے کسی نے سمجھا کہ روپے کے حاصل ہونے میں مزہ ہے وہ اس کا طالب ہو گیا کسی نے سمجھا کہ جاہ<sup>(۳)</sup> میں مزہ ہے کسی نے اولاد میں لطف دیکھا کسی نے تجارت میں کسی کی سمجھ میں آیا کہ دنیا کے مزے تو سب فانی ہیں مزہ اصلی تو آخرت میں ہے۔ وغیرہ ذالک منہ الطرق<sup>(۴)</sup> مگر حاصل سب کا ایک ہے کہ قلب کو چین ہو راحت ہو مسرت ہو انبساط ہو۔

## ہر شخص کا مقصود نفع کا حصول ہے

دوسری مثال اور لیجئے کہ تاجر مختلف اشیاء کی تجارت کرتے ہیں کوئی بساطی<sup>(۵)</sup> ہے کوئی بزاز ہے کوئی بقال<sup>(۶)</sup> ہے اور کوئی لکھنؤ میں تجارت کرتا ہے

(۱) مانگنے والے (۲) ایک مکہ ہے جو پیرہ سے بھی چھوٹا ہوتا تھا (۳) اقتدار (۴) اسی طرح دوسرے سب راستے (۵) ہر شخص کا مقصود نفع کا حصول ہے (۶)

کوئی گلکتہ میں کوئی بمبئی میں تو یہ سب ایک شے کے طالب ہیں وہ شے کیا ہے نفع مگر اس کے طرق مختلف ہیں کسی نے سمجھا کہ بزازی<sup>(۱)</sup> کی دکان میں نفع ہے کسی نے خیال کیا کہ بساط خانہ<sup>(۲)</sup> میں بہت نفع ہے اس نے اسی کو اختیار کر لیا کسی نے سمجھا کہ لکھنؤ میں چکن اچھی ہوتی ہے وہ وہاں جا پہنچا کسی نے یہ خیال کیا کہ گلکتہ میں تجارت سے بہت نفع ہوگا وہ وہاں پہنچ گیا چنانچہ اگر کسی تاجر سے کہا جاوے کہ تم کو جو نفع گلکتہ میں ملے وہ ہی نفع تم کو ہم یہاں دیتے ہیں وہ ہرگز گلکتہ نہ جاوے گا کیونکہ مقصود اس کو حاصل ہو گیا غرض یہ امر بالکل اب واضح ہو گیا ہوگا کہ لوگ بظاہر اشیاء مختلفہ کے طالب ہیں مگر حقیقتاً مطلوب ایک ہی اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ اس مطلوب یعنی لذت و راحت کے حاصل کرنے میں رائیں مختلف ہیں کسی کی رائے تجارت کی ہے کسی کی زراعت کی ہے اور گا ہے<sup>(۳)</sup> آپس میں ایک دوسرے کو خاٹی<sup>(۴)</sup> بتاتے ہیں چنانچہ جو تجارت کرتا ہے وہ احیاناً زراعت کرنے والے کو خطا پر بتاتا ہے اور زراعت کرنے والا تاجر کو خاٹی بنا رہا ہے اور ان ہی طالبین میں سچے بھی ہیں وہ بھی اسی مطلوب یعنی لذت و راحت کے حاصل کرنے میں مختلف طریقے اختیار کرتے ہیں لڑکیاں گڑیاں کھیلیں میں لڑکے کوئی گیند کھیلتا ہے کوئی گنگو<sup>(۵)</sup> اڑاتا ہے کوئی رہنے کا مکان بناتا ہے ان کے مکان کو ہم بیودہ شغل سمجھتے ہیں اور ہم جو قرض لے لیکر مکان بناتے ہیں اس کو بے ہودہ نہیں سمجھتے وجہ یہ ہے کہ اپنے مکان کو پائیدار سمجھتے ہیں اور معتد بہ راحت کا آگے۔

## راحت و لذت کی حقیقت اور اس کے حصول کا ذریعہ

پس معلوم ہوا کہ اس مقصود کے باوجود کہ اس کے کہ وہ واحد ہے درجات

(۱) رنگ ساز (۲) جواخانہ (۳) کبھی کبھی (۴) خٹکار (۵) پتنگ



مختلف ہیں ایک معتبر اور قابل شمار اور دوسرے غیر معتبر اور ناقابل شمار اور مجموعہ اقرار سے دو امر<sup>(۱)</sup> معلوم ہوئے ایک یہ کہ مقصود کے طرق میں اختلاف ہے دوسرے یہ کہ اس مقصود یعنی لذت و راحت کے افراد بعض قابل شمار ہیں اور بعض نہیں ہیں اب یہاں دو امر تنقیح<sup>(۲)</sup> طلب ہیں کہ مقصود یعنی لذت و راحت کا کون فرد حقیقتہً معتبر<sup>(۳)</sup> ہے اور دوسرے یہ کہ اس کا طریقہ تحصیل کا کیا ہے پس اس کا فیصلہ ایسا شخص کر سکتا ہے کہ جو حقائق اشیاء اور آثار اشیاء سے من کل الوجوه واقف ہو<sup>(۴)</sup> اور نیز وہ خود غرض نہ ہو کہ کیونکہ کسی کا علم اگر ناقص ہوگا یا کوئی خود غرض ہوگا تو وہ ہر گز ان دو امور کے متعلق فیصلہ نہیں کر سکتا تو اب دیکھنا چاہیے کہ جس میں یہ دو صفتیں علی وجہ الکمال موجود ہوں وہ کون ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ مخلوق میں یہ دونوں صفتیں ناقص ہیں جو عالم نظر آتا ہے اس سے زیادہ اور عالم موجود ہے وفوق کل ذی علم علیم<sup>(۵)</sup> اور استغناء اور بے غرضی کی صفت میں بھی مخلوق ناقص ہے جس کو دیکھئے وہ خود غرض ہے اگر کہا جاوے کہ بعضے ہمدردان قوم ایسے ہیں کہ دوسروں کو بلا غرض نفع پہنچاتے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ ان میں بھی دو قسم کے لوگ ہیں بعضے ثواب کے طالب ہیں اور بعضوں کی ایسی طبیعت ہوتی ہے کہ دوسروں کو نفع پہنچا کر ان کے دل کو ٹھنڈک اور راحت پہنچتی ہے یہ ازاحتہ رقت جنیت<sup>(۶)</sup> بھی ایک غرض ہے اسی طرح ماں باپ اور جملہ اقرباء جو کچھ کرتے ہیں سب اپنی شغلے قلب کے واسطے کرتے ہیں اگر کوئی کہے کہ بعضے لوگ ایسے طور سے دیتے ہیں کہ نہ دینے والے کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ

(۱) دو باتیں (۲) وضاحت کے قابل (۳) لذت و راحت کی کوئی قسم قابل اعتبار ہے (۴) جو چیزوں کی حقیقت اور ان کے آثار سے مکمل طور پر واقفیت رکھتا ہو (۵) ہر ہاننے والے سے بڑھ کر ہاننے والا ہے (۶) اپنے ہم جنس کو راحت پہنچا کر خوش ہونا بھی ایک غرض ہے

لینے والا کون ہے اور نہ لینے والے کو دینے والے کا حال معلوم ہوتا ہے اس میں کون سی غرض ہے جواب یہ ہے کہ یا تو اس کو ثواب مطلوب ہوگا اور اگر ثواب مطلوب نہ ہو تو نفس عطا<sup>(۱)</sup> سے اس کے دل کو حظ<sup>(۲)</sup> ہوگا یہ بھی ایک غرض مطلوب ہے بالجملہ مخلوق میں ایسا کوئی نہیں جو علم اور استغنا کی صفت علی وجہ اکمال سے موصوف ہو ایسی ذات پاک تو حق تعالیٰ کی ہی ہے علم کی توان کے وہ شان ہے کہ عالم الغیب والشہادۃ میں اور بے نیازی ایسی ہے جیسا مولانا فرماتے ہیں۔

من نکردم خلق تا سودے کنم  
بلکہ تا بر بندگاں جو دے کنم  
(میں نے مخلوق اس لیے نہیں پیدا کی کہ میں کوئی نفع حاصل کروں بلکہ اس لیے پیدا کی تاکہ اپنے بندوں پر عنایت کروں)

خدا تعالیٰ کو اپنا نفع مقصود ہو نہیں سکتا اس لیے کہ نفع جو ہم کو مقصود ہوتا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ہمارے اندر ایک نقصان تھا اس نفع کے حاصل ہونے سے اس کی تکمیل ہو گئی اور حق تعالیٰ کی ذات خود کامل اکمل ہے اگر حق تعالیٰ کو بھی اپنا نفع مقصود ہو تو نعوذ باللہ ذات باری میں نقصان اور استکمال بالغیر لازم<sup>(۳)</sup> آتا ہے بہر حال نہ خدا تعالیٰ کے برابر کسی کا علم ہے اور نہ کوئی ایسا بے غرض ہے لہذا ان دونوں مسئلوں کا فیصلہ حق تعالیٰ نے ہی کرانا چاہیئے۔

چنانچہ کلام اللہ کی ان آیات میں ان دونوں امور کا فیصلہ فرمادیا کہ بطور حاصل ارشاد ہے کہ اے بندو تم جو اپنے مقصود یعنی راحت کو مختلف چیزوں میں ڈھونڈتے ہو کوئی مال میں راحت ولذت کا طالب ہے کوئی بیوی بچوں میں اپنے مطلوب کو تلاش کرتا ہے کوئی جاہ میں کوئی مکانات میں مشغول ہے ہم تم کو راحت حقیقی کے تحصیل کا طریقہ بتلاتے ہیں وہ یہ ہے من عمل صالحا لہ مطب یہ ہے کہ

(۱) صرف دینے ہی سے (۲) مزہ (۳) دوسرے کے ذریعہ اپنی ذات کی تکمیل کرنا لازم آتا ہے

جو شخص نیک کام کرتا ہے اور اس میں شرط یہ ہے کہ وہ مومن ہو یعنی عقیدہ اس کا درست ہو ہم اس کو مزہ دار زندگی عطا فرمادیں گے اور ہم ان کو جزا دیں گے بسبب احسن ان اعمال کے جو کیا کرتے تھے اس ترجمہ سے دونوں امر متفق طلب جو اوپر<sup>(۱)</sup> مذکور ہوئے معلوم ہو گئے یعنی یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مقصود معتبر کیا ہے اور اس کا طریق تحصیل کیا ہے مقصود دو چیزیں ہیں حیاتِ طیبہ اور اجر اور اس کا طریق بھی دو چیزوں کا حاصل کرنا ہے عملِ صالحہ اور عقائدِ صحیحہ۔

## حیاتِ طیبہ کی حقیقت

اور حیاتِ طیبہ اور اجر کا حاصل ایک ہی ہے یعنی لذت اور مسرت کیونکہ حیاتِ طیبہ جس کو فرمایا ہے اس کی تکمیل اجرِ اخروی<sup>(۲)</sup> سے ہوگی اس لیے کہ جس حیات کے بعد اجر نہ ہو وہ حیاتِ طیبہ نہیں اس لیے کہ جب اس کو معلوم ہے کہ یہ آرام و راحت دنیا ہی میں ہے اور بعد اس حیاتِ دنیوی کے پھر تکالیف کا سامنا ہے تو وہ حیات بھی مزہ دار نہ ہوگی۔ مثلاً کوئی شخص نہایت ہوا دار اور شاندار پر لطف کمرے میں ہے اور کھانے پینے کی اشیاء سب موجود ہیں اور آرام کے سب سامان مینا ہیں لیکن اس پر ایک مقدمہ فوجداری کا قائم ہے اور اس کو معلوم ہے کہ فلاں دن میرے لیے پھانسی کا حکم ہوگا تو اس کو یہ زندگی اور یہ ظاہری تمتع<sup>(۳)</sup> و بال جان ہوگا اور ہر شے اس کو خوار<sup>(۴)</sup> نظر آئے گی اسی طرح دنیا کا حال ہے کہ یہاں خواہ کتنا ہی آرام ہو جب یہ معلوم ہو کہ یہ فانی ہے تو کیا لطف ہے اور دنیا تو خواہ ملے یا نہ ملے ہر صورت میں پریشان کرنے والی ہے۔

(۱) دونوں وصاحت طلب باتیں جو اوپر ذکر کی گئی تھیں معلوم ہو گئیں (۲) آخرت کے ثواب سے (۳) ظاہری نفع (۴) کانٹے



اذا ادبرت کانت علی المرء حسرة وان اقبلت کانت کثیرا همومها  
 اگر نہ ملے تو نہ ملنے کا افسوس اور حسرت رہتی ہے اور اگر ملے تو طرح طرح کے افکار  
 اور ہجوم ہوتے ہیں ایک شخص سے کسی نے پوچھا کہ تمہارے یہاں خیریت ہے وہ  
 سخت ناراض ہوئے اور کہنے لگے کہ خیریت ہوگی تمہارے یہاں ہمارے یہاں تو  
 بفضلہ تعالیٰ کچھ سچے چھوٹے بڑے موجود ہیں آج فلاں بیمار ہے کل اس کو بخار  
 ہے کوئی مرتا ہے کوئی جیتا ہے جس کے یہاں کوئی نہ ہو اس کے یہاں خیریت  
 ہوتی ہے غرض دنیا میں پریشانی ہی پریشانی ہے اگر حسن صبح ہو تو واقعی سخت  
 مصیبت کی جگہ ہے کسی طرح چین نہیں، ایک مقصود اگر حاصل ہوتا ہے دوسرے  
 کی فکر ہوتی ہے مثلاً شادی بھی ہو گئی مال و دولت سب کچھ ہے اولاد نہیں ہے تو اولاد  
 کا ہر وقت فکر ہے کہ اولاد ہو یہی دھن ہے یہی فکر ہے شب و روز اسی میں گزرتا ہے  
 کبھی خیال ہوتا ہے کہ یہ سب جائیداد و وقت کر دوں کبھی خیال ہوتا ہے کہ کسی کو  
 مستثنیٰ<sup>(۱)</sup> بناؤں خدا خدا کر کے اولاد ہو گئی اب شب و روز اسی دھن میں ہیں کہ کسی طرح  
 کہ یہ جلد ہی پرورش ہو جائے تو اس کے حقے و حوم و حام سے ہوں اور اس کی شادی  
 ہو۔ اللہ اللہ کر کے اولاد سیانی ہو گئی اور شادی بھی ہو گئی اب رات دن یہی فکر ہے کہ  
 اولاد کے اولاد نہیں ہے اسی غم میں گھلتے ہیں غرض ساری عمر عزیز اسی میں صرف  
 ہو جاتی ہے اور کوئی وقت اللہ کی طرف مشغول ہونے کا میسر نہیں ہوتا۔

رحا قطنے احدھنا لبانة لا ینتھى ارب الا الی ارب

یہ خلاف اس شخص کے کہ اس کے پاس کچھ نہ ہو وہ پھر بھی نسبت اس شخص کے  
 راحت میں ہے اس کا تو یہ حال ہے۔

لنگے زیر لنگے بالا نے غم و زردی نے غم کا لا<sup>(۲)</sup>

(۱) منہ بولا بیٹا (۲) ایک ہادر اوپر ایک ہادر نیچے نہ چھری کا ڈر نہ چھری کا

ایک رئیس تھے ان کے ایک بچہ تھا اتفاقاً وہ بیمار ہو گیا تمام جائیداد و سامان ان کو تلخ معلوم ہوتا تھا۔ یہ حالت دنیا کی ہے سچ ہے وان اقبلت کانت کثیرا ہموما<sup>(۱)</sup> حاصل یہ ہے کہ اگر تمام نعمتیں میسر بھی ہوں اور آخرت میں اس کے لیے کچھ نہ ہو تو سب میچ ہے اس لیے حیاتِ طیبہ اسی وقت ہوگی جب کہ اجر بھی ہو اسی واسطے فلنحیثہ الخ کے ساتھ ولنجزئہم الخ فرمایا حاصل دونوں کا حیاتِ کاملہ ہوئی خلاصہ یہ ہوا کہ گویا حق تعالیٰ بطور حاصل ارشاد فرما رہے ہیں کہ اے دنیا میں بھگنے والو تم میں سے ہر ایک جو مقصود معتد بہ کا طالب ہے ہم بتاتے ہیں کہ مقصود معتد بہ حیاتِ طیبہ کاملہ ہے اور اس کے طرق میں جو تم غلطیاں کر رہے ہو تو اس کے طریق کو بھی متعین کرتے ہیں وہ اطاعت اللہ و رسول ﷺ کی ہے گویا تمام آیت کا حاصل یہ ہوا کہ اطاعت کا نتیجہ و ثمرہ لطف دائم ہے<sup>(۲)</sup> یہ ایک دعویٰ ہے اور یہ ایسا دعویٰ ہے کہ اگر ہم اس کا صدق مشاہدہ<sup>(۳)</sup> بھی نہ کرتے تو بھی ہم کو بلا تامل تصدیق<sup>(۴)</sup> کرنا چاہیے اس لیے کہ یہ ایسی ذات کا فیصلہ ہے کہ جس کا علم کامل ہے اور بے غرض اور مستغنی بالذات ہے چہ جائیکہ اس کا صدق ہم کو كالشمس فی نصف النهار<sup>(۵)</sup> نظر بھی آ رہا ہے اور مشاہدہ روز بروز اس کو پختہ کرتا جاتا ہے جیسا کہ ہم اس کو آئندہ چل کر واضح بیان کریں گے اس وقت فلنحیثہ حیوۃ طیبۃ کی تفسیر کے متعلق کچھ عرض کیا جاتا ہے کہ اس میں اختلاف ہوا ہے کہ حیاتِ طیبہ سے کیا مراد ہے دنیا کی حیات یا برزخ<sup>(۶)</sup> کی کیونکہ عالم تین

(۱) اگر مل جائے بہت سے غم لاتی ہے (۲) اللہ اور رسول کی پیروی کا نتیجہ ہمیشہ کا آرام ہے (۳) اگر اس کا سہا ہونا نہ بھی دیکھتے (۴) بغیر سوچ بچار کے اس کی تصدیق کرنا چاہیے (۵) اس کی سہائی ہم کو ایسی نظر آ رہی ہے جس طرح دوپہر میں چمکتا سورج (۶) مرنے کے بعد سے لیکر دوبارہ زندہ کیے جانے تک قبر و غیرہ میں جو زمانہ ہوتا ہے اس کو برزخ کہتے ہیں



ہیں عالم آخرت، عالم دنیا، عالم برزخ اور آخرت کو گو مشاہدہ نہیں کیا مگر اہل ملت میں بلکہ حکماء و فلاسفہ قدامہ<sup>(۱)</sup> میں بھی اس کے منکرین کم ہیں حتیٰ کہ سوائے اہل اسلام کے اور لوگ بھی اس کے قائل ہیں اس لیے اس کا کوئی نمونہ دنیا میں بتلانے کی ضرورت نہیں ہے۔

## عالم برزخ کی حقیقت

بخلاف برزخ کے کہ اس کے منکرین بہت ہیں حتیٰ کہ اہل اسلام میں معتزلہ نے اس کا انکار کیا ہے اور حدیثوں میں جو آیا ہے کہ جب آدمی مرتا ہے قبر میں دو فرشتے منکر نکیر آتے ہیں ان کا معاملہ مختلف ہوتا ہے اگر بندہ مومن ہوتا ہے اس کے پاس نہایت اچھی صورت میں آتے ہیں اور اس سے سوال کرتے ہیں وہ پسندیدہ جواب دیتا ہے پھر اس کے لیے قبر کشادہ ہو جاتی ہے حتیٰ کہ جہاں تک اس کی نگاہ جاتی ہے اس کو ایک وسعت نظر آتی ہے اور اس کو کہا جاتا ہے۔ نم کنوۃ العروس<sup>(۲)</sup> اور اگر وہ کافر ہوتا ہے اس کے پاس نہایت ہولناک صورت میں آتے ہیں اور جو سوال اس سے کیا جاتا ہے وہ جواب میں لادری یعنی میں نہیں جانتا کہتا ہے اس کے لیے قبر تنگ ہو جاتی ہے اور اس کو اس قدر دبا جاتا ہے کہ اس کی پسلیاں ادھر اور ادھر کی ادھر ہو جاتی ہیں گرزوں سے اس کو مارتے ہیں اور سانپ اور بچھو اس کو ڈسے ہیں غرض انواع انواع<sup>(۳)</sup> کے عذاب میں مبتلا رہتا ہے معتزلہ اور ہمارے نو تعلیم یافتہ ان احادیث کا بالکل انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو قبر کو کھود کر دیکھتے ہیں نہ اس میں فرشتہ ہے نہ گرز ہے نہ وسعت ہے نہ سانپ ہیں نہ بچھو ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر ایک آدمی کو بھیرٹا کھالے یا دو شیر کھالیں تو وہاں

(۱) پہلے زمانے کے حکیم اور فلسفی (۲) دہن کی نیند سویا (۳) قسم قسم کے عذابات



کس طرح یہ سوال و جواب ہوں گے اور کیسے وہاں وسعت ہوگی اور وہاں سانپ بچھو کہاں ہیں ہم تو صریحاً دیکھتے ہیں کہ بھیر ٹیئے اور شیر کے پیٹ میں نہ سانپ ہیں نہ بچھو ہیں نہ گرز ہے بات یہ ہے۔

جنگ ہفتاد و ملت ہمہ را عذر بند چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ ز زند  
اسلام کا دعویٰ کرنے والوں میں سے بہتر فرقوں میں سے ہر ایک نے اپنی لڑائی کے لیے عذر تراش رکھا ہے جو حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا وہ قصہ کہانیوں کا راستہ اختیار کر لیتا ہے۔

وجہ یہ کہ خود علم نہیں اور علماء کی اتباع سے عار آتی ہے<sup>(۱)</sup> حالانکہ سلامتی کی بات یہ ہے کہ اپنے سے زیادہ جاننے والے کا دامن پکڑنا چاہیے کاش اگر ہم پوچھ لیتے تو پتہ لگ جاتا ان تمام شبہات کا منشاء یہ ہے کہ قبر نام اس گڑھے کا رکھ لیا ہے حالانکہ قبر سے مراد احادیث میں گڑھا نہیں بلکہ مراد قبر سے عالم برزخ ہے اور عالم برزخ اس گڑھے کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ برزخ اس حالت کا نام ہے جو آخرت اور دنیا کے درمیان کی حالت ہے اگر قبر میں دفن کر دیا وہی اس کا برزخ ہے اس سے وہاں ہی سوال و جواب و ثواب و عذاب ہوگا اور اگر بھیر ٹیئے و شیر نے کھالیا اس کے لیے وہی برزخ ہے اور اگر جلا لیا تو جہاں جہاں اس کے اجزاء اس سے وہاں ہی یہ سب واقعات پیش آئیں گے لیکن چونکہ شریعت میں دفن کرنے کا حکم ہے اس نے عالم برزخ کو قبر سے تعبیر فرمایا ہے۔

## تدفین کی حکمتیں

اور دفن کرنے میں بہت سی حکمتیں ہیں اول تو یہ کہ روح کو مرنے کے بعد

(۱) علماء کی بیروی کرنے سے مراد آتی ہے

اس جسد خاکی سے ایک تعلق رہتا ہے جیسا کہ مثلاً آپ یہاں موجود ہیں اور آپ کا گھر مثلاً جلال آباد ہے تو آپ کو گھر سے تعلق ہے تو اگر مردہ کو جلادیا جاوے گا اور قبر میں دفن نہ کیا جاوے گا تو روح کو چین نہ ہوگی اور اس کو اس جسد عنصری کے جلنے کا حزن<sup>(۱)</sup> ہوگا۔ جیسے کسی کے گھر میں آگ لگادی جاوے اس کو رنج ہوتا ہے یا جیسے مثلاً کسی شخص کا کچھ اسباب<sup>(۲)</sup> ایک جگہ رکھا ہے اور کچھ دوسری جگہ اس کی طبیعت پریشان رہتی ہے اسی طرح اگر اس جسم کے اجزاء منتشر ہوتے ہیں تو روح کو ایک پریشانی ہوتی ہے ایک حکمت یہ ہے کہ دفن کرنے میں بقائے نفع باطنی<sup>(۳)</sup> ہے یعنی اگر کسی صاحب کمال کی وفات ہو جائے اور ان کو دفن کر دیا جائے تو بعد وفات باطنی نفع ان سے زیادہ ہوگا۔ بہ نسبت اس کے کہ جلایا جاوے یا اجزاء اس کے کسی اور وجہ سے منتشر<sup>(۴)</sup> ہو جاویں اور ایک حکمت دفن کرنے میں یہ بھی ہے کہ عنصر غالب خاک ہے تو مقتضائے عقل کا بھی یہی ہے کہ اس کے ہی جنس میں ملا دیا جائے اسی بنا پر ایک بزرگ کہتے تھے کہ ہندو جو جلاتے ہیں اس کی غالباً ایک وجہ ہے وہ یہ کہ آدمیوں سے پہلے زمین پر جن تھے ان کی شریعت میں عجب نہیں کہ جلانے کا حکم ہو اس لیے کہ ان میں عنصر غالب نار ہے تو جلانے سے نار نار میں مل جائے گی ہندوؤں نے اس مسئلے میں ان کی تقلید کی اور یہ نہ سمجھے کہ ان میں تو جزو غالب نار تھا اس لیے جلانے کا حکم ہوا اور ہم میں جزو غالب خاک ہے اس لیے ہم کو دفن کا حکم ہوا۔

نیند نمونہ موت ہے

حاصل یہ کہ قبر کے متعلق جس قدر شبہات ہیں وہ سب اس پر مبنی ہیں کہ

(۱) غم (۲) سامان (۳) باطنی نفع باقی رہتا ہے (۴) بکھر جائیں



قبر کی حقیقت نہیں سمجھتے اسی استبعاد کی وجہ سے چونکہ اس کا بکثرت انکار کیا جاتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسی حکمت سے اس کا ایک نمونہ دنیا میں پیدا فرمایا ہے وہ کیا ہے خواب یعنی سونا سوتے ہوئے آدمی دیکھتا ہے کہ سانپ نے کاٹ لیا ہے دریا میں ڈوب گیا ہے کسی نے لٹھا دیا ہے اور اس کو الم<sup>(۱)</sup> ممسوس ہو رہا ہے حالانکہ وہ نرم نرم بستر پر لیٹا ہوا ہے اگر گرمی ہے تو پنکھے ہو رہے ہیں خس کی ٹٹیاں لگ رہی ہیں یا دیکھتا ہے کہ وہ مسند پر سریر آرائے سلطنت ہو رہا ہے<sup>(۲)</sup> اور باندیاں اور غلام صفت بہ صفت دست بستہ<sup>(۳)</sup> کھڑے ہیں اور طرح طرح کے آرام و راحت کے سامان ہیں حالانکہ وہ زمین پر لیٹا ہوا ہے نہ تکیہ ہے نہ بستر ہے نہ کوئی پرسان حال ہے بیمار ہیں سخت درد میں مبتلا ہیں یہ سونے والے اگر ان حکایات کو بیان کرتے ہیں تو ان سے کوئی دلیل عقلی کا ان واقعات پر مطالبہ نہیں کرتا۔ بلکہ اگر کوئی دلیل عقلی پوچھے تو اس کو احمق بنایا جاتا ہے اور اس کو وہ سونے والا کھے گا کہ معلوم ہوتا ہے کہ کبھی سوتے نہیں خدا کرے تم سوؤ تو تم کو یہ سب باتیں واضح ہو جائیں گی پس ہمارا بھی یہی جواب ہے کہ جب مرو گے معلوم ہو جائے گا بقول شخصے۔

پرسید یکے کہ عاشقی چیت گفتم کہ چوماشی بدانی

(کسی نے پوچھا کہ عاشقی کیا چیز ہے میں نے کہا کہ جب تو میرے جیسا ہو جائیگا تجھے معلوم ہو جائیگا یعنی عشق سمجھانے کی چیز نہیں)

غرض کہ خواب برزخ کا پورا نمونہ ہے کہ جیسے ہم سونے والے کو دیکھتے ہیں کہ وہ آرام سے لیٹا ہوا ہے حالانکہ وہ سخت تکلیف کا مشاہدہ کر رہا ہے یا یہ کہ وہ تکلیف میں ہے اور خواب میں مزے لوٹ رہا ہے اسی طرح مردے کا حال ہے کہ

(۱) دکھ (۲) مسند پر تخت نشین ہوا (۳) منہیں ہاتھ باندھے کھڑے ہیں



اگر قبر کو کھود کر دیکھا جاوے تو جس طرح دفن کر آئے تھے اسی طرح ہے لیکن وہاں کے واقعات اس پر سب گزرے ہیں لیکن اس تقریر سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ بس معلوم ہو گیا کہ برزخ کے واقعات خواب جیسے ہیں جس طرح خواب کی کوئی اصل نہیں اسی طرح فی الواقع یہ کوئی شے نہیں مردے کو یہ واقعات محض متخیل<sup>(۱)</sup> ہوتے ہیں اس لیے کہ ہم نے یہ بیان کیا ہے کہ خواب نمونہ ہے یعنی خواب مشابہ<sup>(۲)</sup> برزخ ہے مماثل نہیں۔

### عذاب قبر کی تحقیق

کیا عالم برزخ کے واقعات حقیقت رکھتے ہیں تحقیق اس کی یہ ہے کہ یہ تو ظاہر ہے کہ روح اس جسم سے تو مفارق<sup>(۳)</sup> ہو جاتی ہے اس لیے اس جسم کو تو عذاب ثواب تکلیف آرام کچھ نہیں ہوتا وہاں اس جسم سے روح کو تعلق قدیم<sup>(۴)</sup> کی وجہ سے ایک تعلق خاص ہوتا ہے جیسا کہ آدمی کو اپنے گھر سے یا کپڑے سے وہ گھر اور کپڑا اس سے مفارق ہے لیکن اس سے تعلق ہے اور اسی تعلق کی بنا پر اگر مردے کے جسم کو کوئی مارے تو روح کو ایک قسم کی کوفت ہوتی ہے پس اس جسم عنصری کے ساتھ اس سے زیادہ کوئی تعلق نہیں رہتا مگر حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عذاب و ثواب کا مورد<sup>(۵)</sup> جسم ہی ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ برزخی

(۱) مردے کو ایسا صرف خیالی طور پر محسوس ہوتا ہے (۲) مشابہ کہما ہے مماثل نہیں کہما اس لیے کہ مشابہت میں ہر چیز میں برابر ہی ضروری نہیں بلکہ صرف ایک آدھ صفت میں بھی اگر دونوں شریک ہوں تو مشابہ کہم دیتے ہیں جیسے اردو میں کہتے ہیں کہ زید تو شیر ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ہر اعتبار سے شیر ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ بہادری اور قوت میں شیر کی طرح ہے۔ نہ کہ ہا نور ہونے میں اسی طرح اس مثال میں ہے کہ عالم برزخ خواب کی طرح ہے اس کا مطلب یہی ہے کہ جیسے خواب والے کی حالت کا ہانگنے والا مشابہہ نہیں کر سکتا اسی طرح مردے کی حالت کا زندہ مشابہہ نہیں کر سکتا (۳) جدا ہوتی ہے (۴) پرانے تعلق کی وجہ سے (۵) عذاب واقع ہونے کی جگہ۔

ثواب عتاق<sup>(۱)</sup> اور تمام برزخی واقعات<sup>(۲)</sup> اور سوال و جواب کے لیے روح کو ایک اور جسم عطا ہوتا ہے کہ اس کو جسم مثالی<sup>(۳)</sup> کہتے ہیں اور یہ تکلیف و راحت سب اس کے ساتھ پیش آتے ہیں اور جسم مثالی کی حقیقت یہ ہے کہ یہ سوائے اس عالم ظاہر کے ایک اور عالم ہے<sup>(۴)</sup> کہ صوفیہ کو اس کا انکشاف ہوا ہے اور نیز اشارات کتاب و سنت<sup>(۵)</sup> سے بھی اس کا وجود معلوم ہوتا ہے اس عالم میں تمام اشیاء اور تمام اعمال و افعال کی صورتیں ہیں خواب میں جو کچھ آدمی دیکھتا ہے وہ بھی اسی عالم کی صورتیں ہیں مثلاً خواب میں دیکھتا ہے کہ میں گلگتے گیا ہوں اور وہاں کوٹھیاں بٹگے اور بازاروں کی سیر کر رہا ہوں تو یہ سب صورتیں چونکہ عالم مثال میں موجود ہیں اس لیے وہ خواب میں نظر آتی ہیں میں نے ایک رسالہ مسمی الفتوح فی الاحکام الروح لکھا ہے اس میں روح کے متعلق مفصل بحث لکھی ہے اس کے دیکھنے سے انشاء اللہ تعالیٰ سب شبہات جاتے رہیں گے۔

بہر حال اس تقریر سے مقصود یہ ہے کہ ایک عالم اور ہے جس کا نام برزخ ہے کل تین عالم ہوئے عالم دنیا، عالم برزخ، عالم آخرۃ اس میں اختلاف ہے کہ حیۃ طیبہ سے مراد کونسی حیات ہے حیات برزخیہ یا حیات دنیویہ میں کہتا ہوں کہ دونوں مراد ہوں اور لنجزینہم کو آخرۃ کے ساتھ خاص کیا جاوے اس تقدیر پر حاصل

(۱) ثواب و عذاب (۲) قبر میں یا جہاں مردہ ہو پیش آنے والے واقعات (۳) اسی جسم جیسا دو سرا جسم (۴) عالم مختلف ہیں جن میں سے انسان گذر رہا ہے ایک عالم الٰہی ہے جس میں عہد لیا تھا الٰہی برہم۔ دوسرا عالم باپ کی پشت جس میں نطفے کی شکل میں رہے۔ تیسرا عالم ماں کا پیٹ جس میں وجود عطا ہوا۔ چہ تھا عالم یہ دنیا ہے۔ پانچواں عالم برزخ ہے یعنی قبر اس کے بعد ایک عالم حشر ہے اور پھر عالم جنت ایک عالم میں رہنے والا دوسرے عالم کی پوری حقیقت نہیں سمجھ سکتا جیسے ماں کے پیٹ میں ہوتے ہوئے دنیا کی حقیقت سمجھنا مشکل ہے اسی طرح دنیا میں ہوتے ہوئے برزخ کی حقیقت سمجھنا مشکل ہے لیکن جیسے دنیا کی راحتوں اور مشقتوں کا انکار نہیں کیا جاسکتا ایسے ہی برزخ کے عذاب و ثواب کا انکار درست نہیں جبکہ حضور ﷺ نے فرمایا سن (۵) قرآن و حدیث



آیت کا یہ ہوگا کہ جو شخص عمل صالح کرے اور عقائد بھی اس کے صحیح ہوں اس کو ہم دنیا میں اور مرنے کے بعد برزخ میں مزہ دار زندگی عطا فرما دیں گے اور آخرتہ میں بعد قیامت کے ان کے نیک اعمال کی وجہ سے اجر کی جزا دیں گے اور ایک توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ حیات طیبہ سے مراد حیات دنیویہ ہو اور برزخ اور آخرت لجزئینہم میں داخل ہو کیونکہ برزخ میں جو کچھ ہوگا وہ بھی جزا ہوگا خلاصہ یہ کہ دو چیزوں کا وعدہ ہے اول حیات طیبہ دوسرے اجر کہ جو مکمل<sup>(۱)</sup> ہے حیات طیبہ کا ان میں سے ایک شے<sup>(۲)</sup> یعنی حیات طیبہ کو تو ہم دلائل سے ثابت کر سکتے ہیں بلکہ مشاہدہ کر سکتے ہیں دلیل تو یہ ہے کہ قاعدہ عقلی ہے کہ تجربے سے جب ایک شخص کا صدق<sup>(۳)</sup> ثابت ہو جائے تو اس کو ہر امر میں صادق مانا جائے گا<sup>(۴)</sup> ہر امر پر دلیل کا مطالبہ اس سے نہ کیا جائے گا جب کہ حق تعالیٰ کے اخبار کا صدہا ہزار جگہ صدق ہم نے مشاہدہ کر لیا تو یہ خبر بھی بلا تامل صادق<sup>(۵)</sup> ہے۔

## اطاعت کاملہ کے معنی

مشاہدہ یہ کہ لوگ دو قسم کے ہوتے ہیں مطیع اور غیر مطیع<sup>(۶)</sup> دیکھ لیجیے کہ ان میں سے راحت اور آرام میں کون سے ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ غیر مطیعین طالبین دنیا ہر<sup>(۷)</sup> وقت پریشانی میں ہیں کسی وقت دن کو چین نہیں بخلاف مطیعین کے کہ وہ جس حالت میں ہیں راحت میں ہیں شاید ہر شخص کہے کہ میں مطیع ہوں اس لیے کہ نماز پڑھتا ہوں روزہ رکھتا ہوں اس کی ایسی مثال ہے کہ کوئی

(۱) پاکیزہ زندگی کی تکمیل کرنے والا (۲) چیز (۳) سہا ہونا (۴) ہر کام میں سہا مانا جانا (۵) جبکہ اللہ تعالیٰ کی خبروں کا سیکڑوں ہزاروں جگہ سہا ہونے کا ہم نے مشاہدہ کر لیا تو بے شک خبر بھی سچی ہے کہ عالم برزخ ہے اور عذاب و ثواب ہے (۶) فرمانبردار اور نافرمان (۷) نافرمان جو کہ دنیا کے طلب کار ہیں



شخص کچھ کہ فلان بہت خوبصورت ہے کیونکہ اس کے رخسار<sup>(۱)</sup> ایسے ہیں سر  
ایسا ہے آنکھیں ایسی ہیں ایک شخص دور سے دیکھنے آوے دیکھے تو میاں نکٹے<sup>(۲)</sup>  
ہیں تو ان کا سارا حسن و جمال اس ناک نہ ہونے سے کالعدم<sup>(۳)</sup> ہے اور عقلاء اس  
کو ہرگز حسین نہ سمجھیں گے۔ ایسے ہی ہم لوگوں کا دین ہے کہ دو چار باتیں  
اسلام کی لے کر سمجھتے ہیں کہ ہم دیندار ہیں تو ایسے دینداروں کی نسبت یہ وعدہ  
نہیں ہے کہ اگر کوئی پورا دیندار ہو ایمان اور عمل اس کا کامل ہو تو میں دعویٰ کرتا  
ہوں کہ اس کو مزہ دار زندگی عطا ہوتی ہے بلکہ کامل الطاعت<sup>(۴)</sup> کے پاس تک  
پریشانی نہیں آتی۔ طاعت کاملہ میں ایک جز اور بھی قابل تنبیہ ہے<sup>(۵)</sup> وہ یہ کہ  
طاعت کاملہ کے معنی یہ سمجھے کہ بس ظاہر درست کر لیں یعنی صوم و صلوٰۃ حج و زکوٰۃ و  
معاملات کی پابندی کر لیں بس کامل فرماں بردار ہو گئے خواہ اخلاق کسی درجے میں  
ہوں تو یاد رکھنا چاہیے کہ ایسا شخص بھی کامل دیندار نہیں ہے کامل دیندار وہ ہے  
جس کا ظاہر اور باطن دونوں آراستہ ہوں واللہ<sup>(۶)</sup> ہم میں جو دیندار کہلاتے ہیں ان میں  
سے بہت سے لوگوں کی حالت یہ ہے۔ السننہم احلی من السكر وقلوبہم  
قلوب الذناب<sup>(۷)</sup> نماز کے بھی جماعت سے پابند ہیں روزے کا بھی اہتمام ہے  
دارحی بھی پڑھاتی ہے۔ نیچا کرتے ہے غرض تمام وضع شرعی سے آراستہ ہیں لیکن  
اخلاق کے اعتبار سے صفر<sup>(۸)</sup> ہے قلب میں کبر عجب حقد غنہ وغیرہ کی بلائیں  
موجود ہیں۔

## تواضع کی حقیقت

اور بعضے ایسے ہیں کہ متکبر ہیں لیکن اپنے کو متواضع سمجھتے ہیں حالانکہ وہ

(۱) گال (۲) ناک کٹی ہوئی ہے (۳) نہ ہونے کے برابر (۴) مکمل فرمانبرداری کرنے والے کے قریب بھی  
(۵) ایک اور چیز بھی قابل توجہ ہے (۶) خدا کی قسم (۷) ان کی زبانیں تو شکر سے بھی میسی ہیں اور دل  
گناہوں میں ڈوبے ہیں (۸) کورے

ہمارے محبوب ﷺ کا ہے۔ بس اب غور کر لیجیے کہ اگر ایک صفت کی بھی کمی ہوئی تو ہم نمونہ کے موافق نہ ہوئے اس کی ایسی مثال ہے کہ درزی سے ہم کو ایک اچکن سلوانا<sup>(۱)</sup> منظور ہے ہم نے نمونہ کی واسطے ایک اچکن بھیج دیا کہ ایسا سی لاؤ اب بتلانے کی ضرورت نہیں ہے کہ آستین اس قدر ہوں سلائی اس طرح کی ہو اس قدر نیچا ہو وہ سی کر لایا تو دیکھا کہ اس کے مطابق ہے لیکن ایک آستین بڑھی ہوئی ہے تو اس درزی سے کہا جاوے گا کہ ظالم تیرے پاس ہم نے نمونہ بھیج دیا تھا پھر بھی تو نے اس کے موافق نہ کیا اس اچکن کو ہرگز نمونے کے موافق نہ کہا جائے گا وہ اچکن اس درزی کے منہ پر ماریں گے اور اس کو سزا دیں گے تو صاحب جب ہم حاکم حقیقی کے سامنے پیش کیے جائیں گے اور ہماری نماز ایسی نہ ہوگی جیسی کہ حضور ﷺ کی تھی وضع لباس طرز انداز ایسا نہ ہوگا جیسا کہ حضور ﷺ کا تھا تو کچھ عجب نہیں کہ کمال دیے جائیں۔ اللہم احفظنا واحشرنا فی زمرتہ<sup>(۲)</sup> صلی اللہ علیہ وسلم۔

## بہروپیہ کی حکایت

ایک حکایت بطور تمثیل<sup>(۳)</sup> کے یاد آئی کہ بادشاہ عالمگیر جب صاحب تخت و تاج ہوئے تو تمام اہل فن و اہل حرفہ و صنعت کو موافق دستور شاہی انعام دیا گیا بہروپیے آئے لیکن عالمگیر ایک مولوی آدمی تھے اس لیے ان کو دینا ناجائز سمجھا لیکن صراحتاً ان کو ٹالنا اور صاف جواب دینا مناسب نہ سمجھا یہ چاہا کہ کسی جلد لطیف<sup>(۴)</sup> سے ان کو ٹال دیا جائے کہا کہ جب ایسی شکل آؤ کہ ہم نہ پہچانیں تو انعام

(۱) شیروانی (۲) اے اللہ ہمیں اس سے بھا اور ہمارا حشر آپ کے ساتھیوں میں فرما (۳) مثال کے طور پر

(۴) کسی اچھی تدبیر سے

دیں گے وہ مختلف شکلوں میں آئے مگر عالمگیر نے پہچان لیا جب دکن کی مہم پیش آئی اور عالمگیر نے دکن کا سفر کیا تو سفر میں عالمگیر کا طریق یہ تھا کہ راستے میں جس صاحب کمال کو سنتے تھے اس سے جا کر ملتے تھے دکن کے سفر میں بھی حسب عادت اہل کمال سے ملتے جاتے تھے ایک مقام پر سنا کہ یہاں ایک درویش بڑے باکمال ہیں اول وزیر کو ملنے کے لیے بھیجا وزیر نے ہر طرح ان کو جانچا وہ ہر بات میں پورے اترے آکر عالمگیر سے بہت تعریف کی اور کہا کہ ان کو تکلیف دینا بے ادبی ہے آپ خود تشریف لے جا کر ان سے ملے عالمگیر خود گئے اور مل کر بہت خوش ہوئے عالمگیر کو بعض مسائل تصوف میں کچھ شبہات تھے وہ پیش کیے سب شبہات کے شافی<sup>(۱)</sup> جواب پائے بالکل اطمینان ہو گیا اور نہایت متاثر ہوئے اور ایک توڑا اشرفیوں کا پیش کیا۔ درویش نے ایک لات ماری اور کہا کہ مجھ کو بھی اپنی طرح دنیا دار سمجھتا ہے عالمگیر اور زیادہ متاثر ہوئے اور اس توڑے کو اٹھالیا اور وہاں سے چلے راہ میں وزیر سے دیر تک اس درویش کا ذکر مذکور رہا جب لشکر میں پہنچے تو سامنے دیکھا وہ بزرگ تشریف لارہے ہیں اور بادشاہ کو جھک کر سلام کیا اور انعام مانگا، لیکن عالمگیر حیرت میں ہو گئے اور غور کر کے پہچانا اور اس کو کچھ انعام دیا اور یہ پوچھا کہ میں نے اب تسلیم کر لیا کہ تو بڑا ہوشیار اور اپنے فن کا کامل ہے مگر یہ بتلا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ اس وقت میں نے تجھ کو اس سے کمیں زیادہ دیا تھا اس کو تو نے رد کر دیا اور یہ روپیہ اس سے بہت کم ہے یہ خوشی سے لے لیا۔ اس نے کہا کہ جو نقل میں نے کی تھی وہ لینا اس کے خلاف تھا اس لیے نہیں لیا تو صاحبو ہم لوگ تو اس نقال سے بھی گئے گذرے ہوئے ہم سے تو نقل بھی دین کی نہیں ہوتی حاصل یہ کہ دیندار کامل تو وہ ہے کہ ظاہراً بھی دیندار ہو اور باطناً بھی۔



## اقسام اعمال

کیونکہ اعمال کی دو قسمیں ہیں ظاہری اور باطنی ظاہری تو روزہ نماز حج زکوٰۃ وغیرہ اور باطنی۔ انس رضا شوق صبر قناعت <sup>(۱)</sup> وغیرہ ہیں اور ان کے مقابلے میں بد اخلاقیات غضب حد تکبر بے صبری حرص ہیں <sup>(۲)</sup> یعنی وہ چیزیں ہیں کہ جو مشائخ کے یہاں ملتی ہیں اساتذہ کے یہاں تو ظاہر درست ہوتا ہے اور مشائخ کے یہاں یہ اخلاق درست ہوتے ہیں اور اسی کا نام بزرگی ہے آج کل تو درویشی اور بزرگی کشف و کرامت کو جانتے ہیں مجھ کو ایک شیخ صاحب کے ارشاد پر تعجب ہوا کہ انہوں نے ایک شخص سے کہا کہ میاں تم فکر و شغل کرتے ہو کچھ نظر بھی آتا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ مجھے تو کچھ بھی نظر نہیں آتا تو بنس کر فرمایا خیر بھائی ثواب جمع کیے جاؤ آہ افسوس ہے کہ ان شیخ نے ثواب کی کچھ بھی قدر نہ کی میں تو اسی دن سے ان کی مشینت سے بے اعتقاد ہو گیا جو شخص خدا تعالیٰ کی رضا کو چھوڑ کر کشف کو ڈھونڈھے اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے وزارت کو چھوڑ کر گھاس کھودنے لگے اس لیے کشف کا حاصل بعض غیر معمولہ غیر مقصود <sup>(۳)</sup> اشیاء کا معلوم ہو جانا ہے سو یہ کوئی کمال نہیں ہے۔

## اولیاء اللہ کی پریشانی کی حقیقت

کمال یہ ہے کہ ظاہر اور باطن موافق شریعت کے ہوں پس ایسے شخص کے لیے میں دعویٰ کر کے کہتا ہوں کہ اس کو حیاتِ طیبہ نصیب ہوگی اور کسی قسم کی پریشانی اس کو نہ ہوگی اگر کوئی کہے کہ ہم تو بچشم خود <sup>(۴)</sup> دیکھتے ہیں اور سنتے آئے

(۱) یہ سب باطنی خوبیوں ہیں جن کے حصول کی کوشش کرے (۲) یہ سب باطنی برائیاں ہیں ان سے بچے

(۳) بعض ایسی باتوں کا علم ہو جانا جو نہ مقصود ہیں نہ ان کے مطابق کوئی عمل ہے (۴) اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں

ہیں کہ اکثر اولیاء اللہ و بزرگان دین تکالیف میں مبتلا ہوتے ہیں پھر مزید زندگی کہاں ہوتی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بیشک مسلم<sup>(۱)</sup> ہے کہ ان حضرات کو بلا اور مصائب کا سامنا رہتا ہے بلکہ اوروں سے زیادہ لیکن ان کو ان مصائب میں بھی مزہ آتا ہے اور جس کا نام پریشانی ہے وہ نہیں اس کی ایسی مثال ہے کہ ایک شخص کسی پر عاشق ہو جائے اور محبوب اس سے مدتوں سے نہ ملا ہو اور وہ اس کی یاد میں گھلتا ہو ایک روز دفعۃً<sup>(۲)</sup> محبوب آپہنچا اور آکر لپٹ گیا اور اس کو خوب دبایا اور اس قدر دبایا کہ پسلیاں ٹوٹنے لگیں لیکن اگر وہ سچا عاشق ہے تو واللہ<sup>(۳)</sup> اس کو اس قدر مسرت<sup>(۴)</sup> ہوگی کہ دنیا داروں سے بڑھ کر اس کو مجھے گا اور مجھے گا کہ یہ تو وہ شخص ہے جس کے واسطے تمام عمر کھودی اور مال و دولت آبرو اس پر نثار کر دیئے<sup>(۵)</sup> اگر محبوب مجھے بھی کہ اگر تکلیف ہو تو چھوڑ دوں تو وہ مجھے گا کہ خدا نہ کرے وہ دن کہ تم مجھ کو چھوڑ دو بلکہ یوں مجھے گا۔

اسیرتِ خوابد ربائی زبند شجارت بنوید خلاص از کمند

(تیرا قیدی کبھی قید سے ربائی نہ چاہے گا اور تیرا شکار کبھی تیرے پھندے سے باہر نکلنا پسند نہ کریگا)

اور اگر وہ مجھے کہ میں اس رقیب کو جو پاس کھڑا ہے دباؤں اور تم کو راحت دوں گا تو مجھے گا۔

نہ شود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت سر دوستان سلامت کہ تو خبر آسانی (دشمن تو یہ چاہتا ہے کہ تیری تلوار ٹوٹ جائے مگر ہم یہ دعا کرتے ہیں کہ الہی دشمن کا کہنا پورا نہ ہو دوستوں کا سر سلامت چاہیئے تاکہ تو اپنے خبر کی مشق کرتا

(۱) یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ ان کو بھی مصیبتیں پیش آتی ہیں (۲) اہانک (۳) خدا کی قسم (۴) خوشی (۵) قربان کر دیئے

(رہے)

اور کھے گا۔

سرِ بوقتِ فزع اپنا اس کے زیرِ پائے ہے  
کیا نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

مرے جو موت کے عاشق بیاں کبھی کرتے  
سیح و خضر بھی مرنے کی آرزو کرتے  
(دیکھیے لوگوں کے نزدیک سب سے زیادہ مصیبت موت ہے اور عشاق کے  
نزدیک وہی موت عجب دولت ہے سمجھتے ہیں۔

خرم آلِ روزِ کزین منزل ویراں بردم

راحتِ جاں طلبم وزنیِ جانان بروم

نذرِ کردم کہ اگر آید بسرایں غمِ روزے  
تا در میکده شاداں و غزلخواں بروم  
یہ دنیا محبوب کے بغیر دراصل ایک ویران منزل ہے وہ دن کس قدر خوشی کا ہوگا  
جس دن اس اجڑے گھر کو چھوڑوں گا اور میری جان کو آرام ملے گا اور میں اپنے  
محبوب کے ساتھ ساتھ پھروں گا میں نے یہ منت مانی ہے کہ جس دن دنیا کے فکر و  
غم سے نجات مل گئی یعنی موت آگئی تو حق تعالیٰ کے دربار تک خوشی خوشی اور  
غزلیں پڑھتا ہوا جاؤں گا۔

اور یہ تمنائیں تو ان حضرات کی موت آنے سے پہلے ہوتی ہیں لیکن عین  
موت کے وقت بھی یہی حال ہے ایک بزرگ وفات کے وقت سمجھتے ہیں۔

وقتِ آلِ آمد کہ منِ عریاں شوم جسمِ بگزارم سرا سرجاں شوم

(آج وہ وقت آگیا ہے کہ میں دنیا کے ہر قسم کے بوجھ سے خالی اور ہلکا ہو گیا)



ہوں اور جسم کو چھوڑ کر صرف روح ہی روح رہ گیا ہوں) ابن فارضؒ کا جب انتقال کا وقت آیا تو آٹھوں جنتیں ان کے لیے کشوف ہوئیں دیکھ کر منہ پھیر لیا اور فرمایا۔

ان کان منزلتی فی الحب عندکم  
ما قد رأیت فقد ضیعت ایامی

کہا کہ اگر میرا مرتبہ عشق میں آپ کے نزدیک یہی ہے جو میں دیکھ رہا ہوں تو میں نے اپنا وقت ہی ضائع کیا۔ یعنی میرا مقصود تو آپ کی ذات پاک ہے اگر آپ نہ ہوئے تو جنت کو لے کر کیا کروں گا اس کے بعد ان پر تجلی حق ہوئی اور اسی میں رحلت فرمائی سبحان اللہ اب فرمائیے کہ جب موت سے بھی یہ حضرات پریشان و ہراساں نہیں ہوتے تو فقر و فاقہ میں افلاس و تنگی میں تو کیا تکلیف و پریشانی ہے۔

حضرت بہلولؒ سے کسی بزرگ نے پوچھا کہ کس حال میں ہو فرمایا کہ ایسے شخص کا کیا حال پوچھتے ہو کہ جو کچھ عالم میں ہو رہا ہے سب اس کی مرضی کے موافق ہو رہا ہے وہ کچھ مزے میں ہوگا۔ ان بزرگ نے کہا یہ بات سمجھ میں نہیں آتی مخلوق کے لیے ایسا کب ہو سکتا ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے سب اس کی خواہش کے موافق ہوتا ہے یہ شان حق تعالیٰ ہی کی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ جس شخص نے اپنے ارادے کو ارادۃ اللہ میں فنا کر دیا ہو تو جو امر<sup>(۱)</sup> ارادۃ الہیہ کے موافق ہوگا وہ اس کے ارادے کے بھی موافق ہوگا۔

حاصل یہ کہ ہم اپنے نفس کو اپنی رائے کو حق تعالیٰ کی رضا میں فنا کر چکے ہیں<sup>(۲)</sup> جس حالت میں ہیں خوش ہیں بات یہ ہے کہ پریشانی کی دو وجہ ہوا کرتی ہیں اول تو جس سے معاملہ ہوا اس سے محبت نہ ہو جب پریشانی ہوتی ہے اور اگر محبت

(۱) جو کام (۲) مومن دُندار کو رنج و الم سے واسطہ۔ جس کی خدا پہ نظر رنج اسے ستائے کیوں

ہو تو پریشانی کسی طرح نہیں ہو سکتی مثلاً محبوب اگر یوں کہے کہ مجھ سے دو گھنٹے دھوپ میں کھڑے ہو کر باتیں کرو اگر وہ کہے کہ نہیں تو دعویٰ محبت میں جھوٹا ہے اور اگر سچا ہے تو اس کی یہ حالت ہوگی۔

ہر کجا یوسف رخنے باشد چو ماہ جنت ست آں گرچہ باشد قمر چاہ  
 با تو دوزخ جنت ست اے جانفزا بے تو جنت دوزخ ست اے دلربا  
 (میرا محبوب جو حضرت یوسف علیہ السلام کے جیسے چہرے والا چاند کی طرح ہے جس جگہ موجود ہو پھر چاہے وہ جگہ اندھا کنواں ہو مگر میرے لیے تو وہی جنت کی طرح ہے اے میرے محبوب میرے ساتھ ہو تو میرے لیے دوزخ بھی جنت ہے اور اگر تو میرے پاس نہ ہو تو میرے لیے جنت بھی دوزخ کے برابر ہے۔)

یہ قصایا شرطیہ<sup>(۱)</sup> ہیں یعنی اگر آپ کی معیت ہے تو دوزخ بھی جنت ہے اور اگر معیت نہیں ہے جنت بھی دوزخ ہے اور یا قصایا شرطیہ کے صدق میں مقدم کا واقع ہونا ضروری نہیں ہے تلازم کافی ہے اس لیے دوزخ میں تو معیت<sup>(۲)</sup> باری تعالیٰ کی ہو ہی نہیں سکتی اور جنت جو مطلوب ہے محب کو وہ بھی لذاتہ<sup>(۳)</sup> مطلوب نہیں بلکہ اس وجہ سے کہ وہ مقامِ رصائے محبوب ہے اور دوزخ سے جو پناہ مانگی جاتی ہے تو اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ وہ مقامِ محبوب کی نارضا مندی کا ہے اگر فرضاً جنت<sup>(۴)</sup> مقامِ غضب ہو تو محب اس سے بعد<sup>(۵)</sup> کو چاہے گا اور بالفرض اگر دوزخ

(۱) ایک منطقی اصطلاح ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ قضیہ وہ مرکب ہے جس کے کہنے والے کو سہایا جھوٹا کہہ سکیں جیسے زید کھڑا ہے قضیہ کی دو قسمیں ہیں حملیہ اور شرطیہ قضیہ شرطیہ وہ قضیہ ہے جو دو قضیوں سے ملکر بنے جیسے اگر سورج نکلے گا تو دن ہوگا۔ چنانچہ وعظ میں حضرت فرماتے ہیں کہ جنت کا جنت ہونا اللہ تعالیٰ کی معیت پر موقوف ہے اگر وہ ہے تو جنت جنت ہے ورنہ نہیں اور اگر کسی کو اللہ کا قرب دوزخ میں حاصل ہو تو اس کے لیے وہی جنت ہے۔ جیسے دوزخ کے فرشتے (۲) اللہ تعالیٰ کا ساتھ (۳) اپنی ذات کے اعتبار سے قابلِ طلب نہیں ہے بلکہ اللہ کی رضا کا مقام ہے اس لیے مطلوب ہے (۴) اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ جنت عہد کا مقام ہے (۵) دوری

مقامِ رضا<sup>(۱)</sup> ہو تو مہم کو وہی مطلوب ہوگا۔ ملکہ النار<sup>(۲)</sup> میں ہیں لیکن خوش ہیں کیونکہ ایک شے خوش کن یعنی رضا نے حق ان کے ساتھ ہے اگر ان سے کہا جاوے کہ جنت میں رہو لیکن اللہ تعالیٰ تم سے وہاں راضی نہ ہوں گے وہ ہرگز اس پر راضی نہ ہوں گے۔

### مصائب کی وجہ سے پریشانی

دوسری وجہ پریشانی کی یہ ہوتی ہے کہ خلافِ امید کوئی امر پیش آوے کہ سوچا کچھ اور ہو گیا کچھ مشاطا عون آیا ہم چاہتے تھے کہ تندرست رہیں نہ رہے، چاہتے تھے کہ تجارت میں نفع ہو نہ ہوا چاہتے تھے کہ اولاد ہو نہ ہوئی تو اس وقت پریشانی ہوگی اور جو شخص اپنی رائے کو فنا کر چکا ہو اور اپنے ارادے کو رضا نے مولیٰ میں مٹا چکا ہو اس کو پریشانی کی یہ وجہ بھی نہ ستائے گی۔ حضرت بہلولؓ سے کسی نے کہا کہ اناج بہت گراں ہو گیا ہے فرمایا کچھ پرواہ نہیں ہمارے ذمہ یہ ہے کہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ذمہ ہے کہ ہم سب کو حسب وعدہ رزق دیں ایک بزرگ نے اپنی توبہ اور رجوع الی اللہ کا قصہ بیان کیا کہ ایک سال قحط بہت تھا مخلوق بہت پریشان تھی اسی حالت میں ایک غلام کو دیکھا کہ بے فکری سے گستاہوا خوش بنوش جا رہا ہے اس سے کسی نے پوچھا کہ مخلوق تو پریشان ہو رہی ہے اور تو اس طرح بے فکر ہے اس نے کہا کہ میں بے فکر کیوں نہ ہوں میرے مالک کے یہاں دو گاؤں ہیں اس وقت نفس کو ایک تازیانہ لگا اور یہ بات ذہن میں آئی کہ ارے نفس جس کے مالک کے پاس دو گاؤں ہیں وہ تو بے فکر ہے اور تیرے مالک کے قبضے میں

(۱) ہندیدگی کی جگہ (۲) آگ کے فرشتہ آگ میں رہ کر بھی خوش ہیں اس لیے کہ انہیں اللہ کی خوشنودی حاصل ہے



آسمان وزمین عرش کرسی ہے اور تو پریشان ہے اسی وقت سے توجہ الی اللہ کی توفیق ہوئی افسوس کہ اس وقت معاملہ بالکس ہو گیا ہے دنیا کھانے اور شب و روز اسی دھن میں رہنے کو ترقی اور اولوالعزمی سمجھتے ہیں اور بے فکرگی اور توکل کو پستی سمجھتے ہیں اور طرہ<sup>(۱)</sup> یہ ہے کہ اپنے کو خیر خواہ اور بہتی خواہ قوم سمجھتے ہیں، جو شخص رات دن ہوائے نفسانی میں<sup>(۲)</sup> مبتلا ہو اور سوائے دنیا کھانے کے کوئی مشغلہ نہ ہو اس سے دوسرے کی خیر خواہی کیا ہو سکتی ہے حقیقی خیر خواہ انبیاء علیہم السلام اور بزرگان دین ہیں، حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ لعلک باخع نفسک ان لا یکنوا مؤمنین۔ یعنی اے محمد ﷺ آپ جو شب و روز ان کی فکر میں گھلتے ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید اسی فکر میں کہ یہ ایمان نہیں لاتے آپ اپنی جان کو ہلاک کر دیں گے۔ ان حضرات کا مشرب یہ ہے کہ۔

طریقت بمز خدمت خلق نیست بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

(درویشی یا تصوف کا طریقہ صرف یہ ہی نہیں ہے کہ تسبیح باتھ میں لے لی اور مصیبت پر ہر وقت میٹھے رہے اور فقیروں جیسی گدڑی یا کھلی اور ٹھلی بلکہ درویشی یہ ہے کہ مخلوق کی صحیح خدمت کی جائے)

شاہ اسمٰعیلؒ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا کہ حضرت فلاں شخص کے نام ایک رقعہ لکھ دیجئے اس سے میرا ایک کام ہے آپ کا رقعہ دیکھنے سے وہ کر دے گا وہ شخص حضرت کا سخت مخالف تھا حضرت نے رقعہ لکھ دیا اس نے جا کر اس شخص کو دیا اس نے اس رقعہ کی بتی بنا کر دی اور یہ کہا کہ شاہ صاحب سے کہو کہ اس کی بتی بنا کر فلاں جگہ رکھ لو، اس شخص نے اسی طرح آکر یہ مقولہ شاہ صاحب کی خدمت میں نقل کیا شاہ صاحب نے فرمایا کہ بھائی اگر اس فعل سے تیرا کام چلتا تو

مجھے اس سے بھی دریغ نہ ہوتا یہ جواب اس کو پہنچا وہ شخص یہ بات سن کر ٹپ گیا اور اس قدر متاثر ہوا کہ شاہ صاحب کی خدمت میں آکر اس نے معذرت کی اور اس کو ہدایت ہو گئی دس برس کے مجاہدہ میں بھی وہ بات نہ ہوتی جو شاہ صاحب کے ایک کلمہ میں ہو گئی اب بتلائیے کہ ایسی نفع رسانی<sup>(۱)</sup> آج کس میں ہے آج ترقی کا دم بھرنے والے اس کو پست ہمتی سمجھتے ہیں ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ تم کہاں سے کھاتے ہو انہوں نے فرمایا کہ دنیا اللہ کا گھر ہے اور ہم اس کے ضیف<sup>(۲)</sup> ہیں اور ضیافت بروئے حدیث تین دن ہے<sup>(۳)</sup> اور اللہ کے نزدیک ایک دن ایک ہزار برس کا ہے چنانچہ فرمایا ہے واں یوماعند ربک کالف سنة مصامتعدون۔ (تمہارے حساب سے جتنے دن ایک ہزار برس ہوتے ہیں تیرے پروردگار کے نزدیک صرف ایک دن شمار ہوتا ہے) تو تین ہزار برس تک تو دعوت ہی ہے اس کے بعد پوچھنا۔

### اولیاء اللہ کی مختلف شانیں ہوتی ہیں

میرا مطلب ان حکایات سے یہ نہیں ہے کہ روپیہ نہ کھاؤ اور جاگیر گھر ٹاڈو مقصود یہ ہے کہ اس میں کھپ مت جاؤ بلکہ ضرورت پر نظر رکھو اور ایسے خصائل حاصل کرو جیسی کہ بزرگوں میں تھیں اور مال جمع کرنے کی ممانعت نہیں کرتا بلکہ بعض بزرگ روپیہ بہت رکھتے تھے مگر وہ اپنے نفس کے لیے نہیں بلکہ خدمت خلق کے لیے جیسے خزانچی اور تحصیلدار ہوتا ہے یہ حضرات بھی اسی طرح سے روپیہ رکھتے ہیں اور بلا اذن اس میں سے خرچ نہیں کرتے جیسے سلیمان علیہ السلام کو سلطنت دی گئی

(۱) دوسروں کو اس قدر نفع پہنچانے کا جذبہ آج کس میں ہے (۲) مہمان (۳) حدیث سے تین دن مہمان داری کرنا ثابت ہے

اور حضرت صدیق اکبرؓ کو خلافت ملی یوسفؑ کو مصر کی بادشاہی ملی لیکن حالت کیا تھی کہ جب مصر میں قحط پڑا تو یوسفؑ پیٹ بھر کر کھانا نہ کھاتے تھے اور اگر اہل اللہ میں کوئی خوش خوراک خوش لباس پایا جاوے تو وہ بھی باذن الہی<sup>(۱)</sup> ہے مثلاً ایک شخص ہے اس کو یہ ثابت ہوا کہ خلق کی ہدایت میرے متعلق ہے اور مواعظ سے تقریر سے تدریس سے لوگوں کو ہدایت کرنا اس کا مشغلہ ہے سو اگر وہ گھٹی دودھ اغزیہ مقویہ<sup>(۲)</sup> کا استعمال چھوڑ دے تو داغ میں خشکی آوے گی اور کچھ کام اس سے نہ ہو سکے گا اور داغ کی حفاظت کرے گا تو سب کام ہو سکیں گے یہ نفس بطور مزدور کے ہے اور یہ داغ سرکاری مشین ہے اگر اس کو مزدوری ملتی رہے اور مرمت ہوتی رہے تو کام دیتا رہے گا پس وہ خدمت نفس کی اس اعتبار سے نہیں کہ وہ ہمارا ہے بلکہ اس اعتبار سے ہے کہ سرکاری خدمت سے تعلق رکھتا ہے کسی نے خوب کہا ہے۔

نازم بچشم خود کہ جمال تو دیدہ است  
افتم پائے خود کہ بکومت رسیدہ است

ہر دم ہزار بوسہ ز نغم دست خویش را  
کو دامت گرفتہ بوسیم کشیدہ است<sup>(۳)</sup>

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ان لنفسک علیک حقا ولزوجک علیک حقا۔ بیشک تیرے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے اور فرماتے ہیں المؤمن القوی خیر من المؤمنین من الضعیف (طاقتور

(۱) اللہ ہی کی اجازت سے ہے (۲) طاقت دینے والی غذائیں (۳) اپنی نگاہ پر ناز کرتا ہوں کہ وہ تیرے جمال کو دیکھنے کا ذریعہ ہے اپنے پاؤں پر ہدایت دہاؤں کہ وہ تیرے کوچہ میں پہنچتے ہیں ہر لمحہ اپنے ہاتھوں کو ہزاروں بوسہ دیتا ہوں کہ انہوں نے تیرا دامن پکڑا ہے اور تیری طرف گئے ہیں



مسلمان کمزور مسلمان سے بہتر ہے) اور بعضوں کے کچھ نفع خلق کا متعلق نہیں ہوتا ان کو اپنے ہی نفس کے اصلاح کی فکر ہوتی ہے ان کا مذاق یہ ہوتا ہے۔

احمد رضی اللہ عنہ تو عاشقی بہ مشینت تراچہ کار دیوانہ باش سلسلہ شدہ نشہ نشہ (اے احمد تو عاشق ہے تجھے ولی یا بزرگ بننے کی فکر کیوں ہے۔ ارے دیوانہ کہ جیسا بن جا اور کام کرتا رہے پھر چاہے کچھ مرتبہ حاصل ہو یا نہ ہو) اور کہتے ہیں۔

خلق میگوید کہ خسرو بت پرستی میکند

آرے آرے میکند با خلق و عالم کارنے

(اے خسرو تجھے مخلوق کہتی ہے کہ تو بت پرستی کرتا ہے، ہاں ہاں تم یہ ہی سمجھو کہ وہ بت پرستی کرتا ہے لیکن اس مخلوق اور دنیا سے اے کوئی تعلق نہیں ہے) تو یہ کسی قسم کی بدنامی سے نہیں ڈرتے ایک وہ بین جو شبہ سے بھی بچتے ہیں جناب رسول اللہ ﷺ مسجد میں معکف<sup>(۱)</sup> تھے کہ حضرت صفیہؓ جو ازواجِ مطہرات سے ہیں تشریف لائیں جب واپس تشریف لے گئیں تو حضور ﷺ ان کو پہنچانے کے لیے لبِ مسجد<sup>(۲)</sup> تک تشریف لائے تھے کہ سامنے سے دو شخص آئے حضور ﷺ نے فرمایا ذرا ٹھہرو اور پھر فرمایا انہا صفیہ یعنی یہ صفیہ ہیں یہ بات ان کو بہت بھاری ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ تو بہ تو بہ کیا حضور ﷺ کی نسبت ہم کچھ گمان کر سکتے تھے فرمایا کہ شیطان ابنِ آدم کے رگ وریشے میں بجائے خون کے دوڑتا ہے مجھ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں تمہارے دل میں کوئی وسوسہ نہ ڈال دے۔ غرض اولیاء مختلف رنگ کے ہوئے ہیں۔ سرکاری گلدستہ ہے اس میں گلاب بھی ہے چنپیلی بھی ہے بیلا بھی ہے اور خار بھی ہے حاصل یہ ہے کہ جس شخص کا یہ مذاق ہوا انصاف کیجیے اور سوچئیے کہ اس کو کیا کلفت ہوگی ہرگز نہیں وہ ہر

وقتِ راحت میں ہے پریشانی اس کے پاس نہیں۔

## غم ہونا کمال کے منافی نہیں

اگر کوئی کہے کہ ہم نے انبیاء علیہم السلام کی حکایت سنی، میں کہ ان کو غم ہوئے ہیں۔ یعقوب علیہ السلام ایک مدت تک یوسف علیہ السلام کی جدائی میں مغموم <sup>(۱)</sup> رہے ایوب علیہ السلام سخت مصائب میں مبتلا رہے یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے ایذا پہنچائی جواب یہ ہے کہ ان حضرات کو رنج و غم تو ہوا لیکن پریشانی نہیں ہوئی۔ غم اور شے <sup>(۲)</sup> ہے پریشانی اور چیز ہے اور غم ہونا کمال کے منافی نہیں بلکہ عین کمال ہے۔ بعض بزرگوں کا حال آیا ہے کہ ان کے بیٹے کا انتقال ہوا اور وہ ہنس رہے تھے اور جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا انتقال ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مزبور <sup>(۳)</sup> تھے ظاہر ہے کہ کمال وہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ جو مغموم نہیں ہوئے انہوں نے تو صرف حق تعالیٰ کا حق ادا کیا اور جن کو غم ہوا انہوں نے اولاد کا بھی حق ادا کیا اور اللہ تعالیٰ کا بھی۔ کاملین کو جو غم دیا جاتا ہے اس میں یہ حکمت ہوتی ہے کہ صبر کی فضیلت حاصل کریں اس لیے کہ صبر بدون غم <sup>(۴)</sup> کے نہیں ہوتا اور دوسری حکمت یہ ہے کہ حزن سے تصفیہ <sup>(۵)</sup> ہوتا ہے قلب کا۔

## کاملین کی حیاتِ طیبہ کی مثال

اگر کوئی کہے کہ جب حزن ہوا تو حیاتِ طیبہ کمال ہوئی بات یہ ہے کہ عین واقعہ رنج میں دو حیثیتیں ہیں، باعتبار مصیبت ہونے کے تو وہ الم رساں <sup>(۶)</sup> ہے

(۱) غم زدہ (۲) چیز (۳) غمگین (۴) بغیر غم (۵) غم سے دل صاف ہوتا ہے گناہوں سے (۶) رنج کا واقعہ مصیبت ہونے کے اعتبار سے تو تکلیف پہنچانے والا ہے

اور یہ اعتبار من المعبوب ہونے کے وہ مرضی ہے <sup>(۱)</sup> اور ان حضرات کے ہر واقعہ من اللہ <sup>(۲)</sup> ہونا ہر وقت پیش نظر رہتا ہے اس لیے خواہ کسی طرح کی مصیبت پیش آوے وہ اس حیثیت سے پسندیدہ ہے اور ان کے اطمینان قلب میں کسی طرح خلل انداز نہیں ہاں تکلیف پہنچنا امرِ آخر ہے <sup>(۳)</sup> اس کی حقیقت جو بفضلہ تعالیٰ آج ہی سمجھ میں آئی ایک مثال کے ضمن میں یہ ہے کہ طیب <sup>(۴)</sup> ہونے کے دو درجے ہیں اول مرہ دار ہونا اور نافع ہونا دوسری صرف نافع <sup>(۵)</sup> ہونا مثلاً کہتے ہیں کہ یہ غذا طیب ہے تو معنی یہ ہیں کہ مزیدار بھی ہے اور نافع بھی اور کہتے ہیں کہ یہ دوا طیب ہے تو اس کا طیب ہونا یہ ہے کہ شفا ہو جاوے امراضِ راکل <sup>(۶)</sup> ہو جاویں پس حزن <sup>(۷)</sup> مثل دوا کے ہے دوا کا کڑوا ہونا گو طبع کے خلاف ہے لیکن گوارا ہے کڑوی دوا بھی خوشی سے پی لی جاتی ہے اور تلخی اس کی برداشت کی جاتی ہے اور یہ بھی حصول لذت کے لیے ہے اس لیے کہ دوا سے صحت ہوگی اور صحت لذت ہے تو دوا بھی اس قاعدے سے لذت ہوگی اور اس میں بھی ایک گونہ مسرت ہوگی بشرطیکہ اس کا نافع ہونا پیش نظر ہو۔ بحمد اللہ اس تقریر سے سب شبہات رفع ہو گئے خلاصہ یہ ہے کہ ان حضرات کو خواہ مصیبت ہو رنج ہو فقر و فاقہ ہو وہ ہر وقت خوش ہیں اور اصل میں خوش کرنے والی ان کو محبت ہے چونکہ ان کو حق جل و علا شانہ سے محبت ہے اس لیے القاء حق کے انتظار <sup>(۸)</sup> میں ان کو سب سہل ہے دنیا میں دیکھ لیجیے اگر کسی کو کسی سے محبت ہو جاتی ہے اور یہ معلوم ہو کہ اس وقت وہ ہم سے ملے گا تو اس وقت کے انتظار میں سب بلائیں اس کو سہل <sup>(۹)</sup> ہیں یہ انتظار کہ

(۱) اور معبود کی جانب سے ہونے کے اعتبار سے وہ اس کا پسندیدہ ہے (۲) ہر واقعہ کا اللہ کی طرف سے ہونا

(۳) تکلیف پہنچنا ایک دوسری بات ہے (۴) عمدہ و پاکیزہ (۵) فائدہ مند (۶) دور ہو جائیں (۷) غم

(۸) اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے انتظار میں (۹) آسان



حق تعالیٰ ہم سے خوش ہوں گے یا اس وقت ہم سے خوش ہیں اس کی ایسی خوشی ہوتی ہے کہ سب مصائب سہل ہو جاتے ہیں یہ سب محبت کی برکت ہے۔ خدا کی قسم یہی وہ شے ہیں جس کی وجہ سے صحابہؓ تمام امت میں ممتاز ہوئے اور یہی وہ دولت ہے کہ جس کے سبب سے سلف رحمہم اللہ کے آج تذکرے لکھے جاتے ہیں اصح<sup>(۱)</sup> اور اصل سبب ترقی کی یہی شے ہے آج کل صحابہ کرام کا تذکرہ کیا جاتا ہے کہ انہوں نے یوں ترقی کی یوں کی اور اس امر میں ان کا اپنے نزدیک اقتداء کرتے ہیں اور اصل روح اور سبب ترقی سے مس<sup>(۲)</sup> تک نہیں اور نہ ترقی کی حقیقت سے واقف ہیں دنیا سمیٹنے کو اور جاہ مذموم کے تحصیل کا نام ترقی کر رکھا ہے<sup>(۳)</sup>۔ صحابہؓ نے جو فتوحات کی وہ سب للہ دین<sup>(۴)</sup> تھی دنیا ان کے پاس تک نہ تھی سوا یہی ترقی کو کون منع کرتا ہے۔

### صحابہ اور اولیاء کے مختلف طبقات

باقی صحابہ اور نیز دیگر سلف صالحین میں بھی مختلف رنگ کے لوگ تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے گھر تک نہیں بنایا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام صاحب سلطنت ہوئے حضرت ابوذر غفاریؓ مال جمع کرنے کو بالکل حرام فرمایا کرتے تھے۔ حضور ﷺ نے حضرت ابوذر غفاریؓ سے فرمایا تھا کہ اے ابوذرؓ تمہارے لیے وہ پسند کرتا ہوں تم دو شخصوں کے درمیان کبھی فیصلہ مت کرنا اور نہ یتیم کے مال کے ولی بننا اس لیے کہ میں تم کو کمزور دیکھتا ہوں یعنی تعلقات کی برداشت نہ ہوگی یہ ابو بکرؓ عمرؓ کا ہی جگر تھا کہ مدینہ طیبہ میں چٹائی پر بیٹھے ہیں اور روم و شام دمشق و

(۱) بالکل ٹھیک (۲) اصل ترقی کا سبب ان کو چھو تک نہیں (۳) دنیا سمیٹنے اور ناپسندیدہ اقتدار کے حصول کا نام ترقی رکھ لیا (۴) دین کے لیے تھیں

فارس کا انتظام کر رہے ہیں غرض انبیاء اور صحابہ اور اولیاء اللہ میں بھی ہر ایک کا جدا رنگ ہے اور ان کے لیے وہی رنگ مناسب ہے۔ بعضے روپے پیسے سے اس لیے گھبراتے ہیں کہ میاں کون جھگڑے میں پڑے ہم سے حقوق ادا نہ ہوں گے زکوٰۃ عشر قربانی وغیرہ وغیرہ سینکڑوں حقوق ہیں یہ بڑا قصہ ہے ایسے لوگوں کے لیے البدہ یہ برتاؤ ہوتا ہے کہ ان کو کچھ نہیں دیتے اور ہمیشہ وہ مفلس رہتے ہیں جیسے حضرت ابراہیم ادہمؑ کہ سلطنت چھوڑ دی اور جیسے حضرت شاہ ابوالمعالی قدس سرہ کو ہمیشہ فقر و فاقہ میں گذرتی تھی۔

### شاہ ابوالمعالی کا فقر کو پسند کرنا

ایک روز کا قصہ ہے کہ حضرت شاہ صاحب کے یہاں ان کے پیرو مرشد تشریف لائے حضرت مکان پر تشریف نہ رکھتے تھے بی بی تھیں انہوں نے تعظیم و تکریم سے پیر کو ٹھہرایا لیکن حسب عادت شاہ صاحب کے یہاں اس روز بھی کچھ کھانے پینے کو نہ تھا بی بی نے پڑوس میں سے آٹما ادھار مانگنے کے لیے خادمہ کو بھیجا۔ پڑوسیوں نے ادھار بھی نہ دیا کہ ان کو ادھار دے کر کہاں سے لیں گے۔ پیر صاحب خادمہ کو برابر آتا جاتا دیکھ کر فراست سے سمجھ گئے پوچھا کہ کس فکر میں ہو۔ بی بی نے سمجھا کہ ان سے کیا چھپانا واقعی یہ حضرات خدا کے نائب ہوتے ہیں ان سے اپنا کوئی حال چھپانا نہ چاہیے۔ بی بی نے صاف کھد دیا کہ حضرت آج ہمارے یہاں کچھ نہیں ہے۔ پیر صاحب نے ایک روپہ عطا فرمایا آج کل کے پیر تو مریدوں کا ہی کھا جاتے ہیں۔ کچھ خیال نہیں کرتے کہ ان کے یہاں کہاں سے آیا ہے اور کس طرح بچارے لائے ہیں القصہ پیر صاحب نے فرمایا کہ اس ایک روپہ کا اناج لاؤ اور ہمارے پاس لانا۔ چنانچہ غلہ حضرت پیر و مرشد کے پاس لایا گیا۔

حضرت نے ایک تعویذ لکھ کر غلہ میں دبا دیا اور یہ فرمایا کہ اس تعویذ کو مت نکالنا پیر صاحب تو رخصت ہوئے اب روزمرہ اس میں سے غلہ نکالا جاتا تھا اور پکایا جاتا تھا اور وہ کم نہ ہوتا تھا کئی روز ہو گئے صبح و شام کھانا آنے لگا یہ دیکھ حضرت شاہ ابوالمعالیؒ نے فرمایا کہ ہائیں یہ کیا بات ہے کئی روز ہوئے فقر و فاقہ نہیں ہے بی بی نے فرمایا کہ پیر صاحب تعویذ دے گئے تھے اس کی برکت ہے فرمایا کہ ہمارا فاقہ اختیاری ہے اضطراری نہیں اب یہ مقام بڑی کشاکشی کا تھا کہ پیر کا تعویذ اگر رکھا جائے تو اپنے مذاق کے خلاف اور نہ رکھیں تو پیر کے تعویذ کی بے ادبی مگر سبحان اللہ ان حضرات کو حق تعالیٰ ایسا نور باطن عطا فرماتے ہیں کہ ان کا فہم نہایت صیح اور عقل ان کی کامل ہو جاتی ہے فرمایا کہ اس تعویذ کا حقدار تو میرا سر ہے مٹکا نہیں ہے لہٰذا وہ تعویذ میں اپنے سر میں رکھوں گا۔ تعویذ مٹکا کر سر میں رکھ لیا اور اناج فقراء کو تقسیم کر دیا شام کو پھر فقر و فاقہ ہوا شکر حق تعالیٰ کا ادا کیا اور بعضوں کو جانتے ہیں کہ اگر ان کو نہ ملے گا تو پریشان ہوں گے اور یہ جانتے ہیں کہ ان سے برداشت حقوق کی ہوگی ان کو خوب دیتے ہیں غرض اولیاء اللہ کے مختلف طبقات میں مگر جس حال میں ہیں خوش ہیں۔

بدرو و صاف ترا حکم نیست دم و رکش کہ انچہ ساقی مارِ نخت عین الطافت  
(تجھے نیچے کا تلچٹ ملے یا صاف شراب تجھے اس بات کی اجازت نہیں کہ کوئی اعتراض کرے کیونکہ ہمارے ساقی نے جو کچھ ہم کو دیا ہے اس کی مہربانی ہے) اور کہتے ہیں۔

تو بندگی جو گدایاں بشرط مرو مکن کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند  
(تو محتاجوں کی طرح مزدوری کی بشرط پر عبادت مت کر کیونکہ ہمارا آقا خود ہی اپنے بندوں کی پرورش کے طریقے سے واقف ہے)



قبض کی حالت میں فرماتے ہیں۔

باغباں گر پشیموڑی صحبت گل بایدش  
برجفائے خار ہیراں صبر بلبل بایدش  
ایدل اندر بند زلفش از پریشانی منال  
مرغ زیرک چوں بدام افتد تحمل بایدش  
(اے باغ کے مالی اگر تو چند روز کے لیے پھول کی صحبت میں رہنا چاہتا ہے تو  
جدائی کے کانٹوں کے ظلم پر تجھ کو صبر بلبل اختیار کرنا چاہیے اے دل محبوب کی  
زلف کی قید میں پھنس کر پریشان ہو کر مت چیخ۔ عقلمند پرندہ جب جال میں پھنس  
جاتا ہے تو اس کو صبر و برداشت سے کام لینا چاہیے۔

اور اس سے زیادہ فرماتے ہیں۔

فراق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب  
کہ حیث باشد ازو غیر او تمنائے  
(جدائی اور ملاقات کا خیال چھوڑ دے اور صرف محبوب کی رضامندی کو تلاش کر  
کیونکہ اس سے سوائے اس کی ذات کے دوسری چیز کی طلب کرنا افسوسناک ہے)  
اب میں پوچھتا ہوں کہ جس کا یہ حال ہو اس کو کیا پریشانی ہوگی وہ تو ہر  
وقت مسرور ہے ہر وقت خوش ہے حیاتِ طیبہ یہ ہے اور اس کے ماسوا پریشانی  
ہے اور بے حاصلی ہے لیکن۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

(یہ کامیابی اپنی قوت اور منت سے حاصل نہیں ہو سکتی جب تک بخشش کرنے والا  
خدا خود بخشش نہ کرے)

مگر ہاں کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ مرتبہ کس کو حاصل ہو سکتا ہے ہم لوگ تو دنیا دار  
ہیں سینکڑوں طرح کے اشغال ہمارے ساتھ لگے ہوئے ہیں سو یہ خیال شیطانی ہے  
اور منشا اس کا یہ ہے کہ یہ سمجھتے ہیں کہ تمام کاروبار دنیا کے چھوڑ کر حجرے میں بیٹھ  
کر تسبیح تلاو ہرگز نہیں ہر شخص کے لیے جداگانہ طریق ہے اگر اس مقام پر ہر ایک

تفصیل بیان کی جاوے تو ایک طویل وقت درکار ہے اور پھر بھی کافی نہیں اس لیے کہ یہ کیسے معلوم ہو سکتا ہے کہ میرے لیے کونسا طریق نافع<sup>(۱)</sup> ہے اس لیے میں تم کو ایک مختصر سی بات بتلاتا ہوں اور جھگڑے کی بات بالکل نہیں بتاتا وہ یہ کہ مرشد کامل کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر بے فکر ہو جاؤ۔ لم و کیف<sup>(۲)</sup> کو چھوڑ دو اپنے کو اس کے سپرد کر دو اور اپنی رائے کو ہرگز دخل نہ دو جو وہ طریقہ بتائے اس پر عمل کرو انشاء اللہ تعالیٰ کامیاب ہو گے۔

بود مورے ہو سے دشت کہ در کعبہ رسد دست بر پائے کبوتر زدونا گاہ رسید یعنی ایک چیونٹی کو ہوس ہوئی کہ خانہ کعبہ میں پہنچے لیکن اپنے ضعف و عجز کو دیکھ کر مایوس تھی، اس نے دیکھا کہ ایک کبوتر کبوتران حرم محترم سے بیٹھا ہے وہ چیونٹی اس کے پاؤں کو لپٹ گئی اس نے ایک پرواز کی اور بیت اللہ شریف میں جا پہنچا۔ چیونٹی نے جو آنکھ کھولی دیکھا تو خانہ کعبہ کے سامنے ہے۔ تو صاحبو! اسی طرح ہم اگرچہ ضعیف ہیں لیکن اہل اللہ کا دامن اگر پکڑ لیں گے تو انشاء اللہ محروم نہ رہیں گے اسی واسطے تو فرمایا ہے کونوا مع الصّٰدِقِیْنَ<sup>(۳)</sup>۔ بس اب میں اس مضمون کو ختم کرتا ہوں، اب دعا کرنا چاہیے کہ حق تعالیٰ توفیق عطا فرماویں۔ آمین

یا رب العالمین۔ تمت بالخیر

معروضہ:

قارئین سے التجا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا فرماویں کہ نافر کی کوشش دینیہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور مقبولان حق کے ساتھ مشور فرمادیں اور تمام زندگی بعافیت پوری فرمادیں۔ آمین بحرمۃ حضور سید المرسلین ﷺ